مرزا اسد ہمایوں

لات، عُزّیٰ اور منات

ایک مذہبی اور تحقیقی جائزہ

سب سے پہلے دنیا میں بت پرستی کی داغ بیل آلِ قابیل نے ڈالی کیوں کہ انھوں نے اپنے سرداروں کے نام پر وُدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسْر[1] کے بت تراشے۔ یہ بت طوفانِ نوح سے قبل تراشے گئے اور طوفان کے بعد ساحلِ جدہ سے دست یاب ہوئے تو عمرو بن لُحَی[2] نے ان کو عربوں میں عام کیا اور پانچ مختلف قبائل کو یہ بت دیے گئے۔ جوں جوں قبائل میں اضافہ ہوتا گیا، نامی گرامی شخصیات مورتیوں کی شکل میں اپنے اپنے قبائل کا اثاثہ بنتی گئیں۔ بہرحال ۸ھ سے قبل تمام عرب میں بت پرستی کا عام رواج تھا۔ ان بت پرستوں کی نظر میں کعبۃ اللہ کی بزرگی تین سو ساٹھ بتوں کی وجہ سے تھی، خانہ کعبہ کے عین سامنے ہبل کا بت نصب تھا، گویا بیت اللہ کی بزرگی کا وہ معیار بدل گیا تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے قائم کیا تھا۔

ان بت پرستوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ لات، عُزّیٰ اور منات کو حدودِ حرم کے تین مقام تصور کرتے ہوئے یہیں سے احرام باندھ کر کعبے میں جانا شروع کیا۔

یہ مضمون چوں کہ تین بتوں سے متعلق ہے لہذا ہر بت کے بارے میں الگ الگ لکھا ہے اور سب سے پہلے لات، پھر عزیٰ اور اس کے بعد منات کا جائزہ لیا ہے۔ تیسرے اور آخری بت کے بارے میں زیادہ تفصیل جمع کی ہے اور سومنات پر محمود غزنوی کے حملے تک جائزہ شامل ہے۔

لات

اس کے بارے میں مولانا سید عبدالدائم الجلالی لکھتے ہیں۔ ”لات کا نام نبطی تھا۔ اقوامِ بابل کی دیویوں میں سے یہ ایک دیوی تھی۔ ربّ الارباب یعنی خدا لئے خدائگاں کی بہن یا بیٹیاں جہاں مانا تو (مناۃ)

---

[1] یاقوت بن عبداللہ، معجم البلدان، ص ۱۹۵

[2] ایضاً، ص ۱۹۵

اور استار تھیں وہاں لات بھی ایک بُت یا بیٹی تھی [13] یہ ٹھیک ہے کہ لات کو (نعوذ باللہ) خدا کی بیٹی یا بیٹی کا درجہ دیا گیا لیکن یہ درجہ کئی صدیوں بعد دیا گیا، کیوں کہ نہ تو لات کسی دیوی کی شکل پر تھی اور نہ کسی دیوتا کی شکل پر اور نہ اس کا نام نبطی تھا بلکہ اولادِ آدم میں قابیل کا ایک بھائی نبطی تھا جس کی قوم نے سورج کی پرستش شروع کی۔ "ولسن کی یہ صراحت کہ لات سورج کی دیوی تھی صحیح ہے۔ اس کی تائید اسٹرالو کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبطی لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے [14]

لیکن اہلِ حجاز کی رائے لات کے بارے میں یہ ہے کہ "ایک نیک شخص تھا (جو) موسمِ حج میں حاجیوں کو ستو گھول کر پلاتا تھا۔ اس کی موت کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی اور رفتہ رفتہ اس کی عبادت کرنے لگے" [15] تقریباً یہی رائے لغات القرآن میں ابنِ عربی سے بھی نقل کی گئی ہے، حالاں کہ لات طوفانِ نوح سے پہلے کا ہے کیوں کہ نبطی قوم طوفانِ نوح سے قبل کی ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم کی تعمیرِ کعبہ کے بعد لات کو ایک نیک شخص سے تشبیہ دینا درحقیقت لات کے تقدس میں ایک اضافی کوشش ہے۔ یہ مسلّم بات ہے کہ لات نبطی قوم کی ایک دیوی تھی جس کا درجہ کم از کم سورج کی دیوی کے طور پر تھا، لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ اس کو بغداد یعنی بابل سے دسرتھ کے زمانے میں منتقل کیا گیا یا حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد۔ جہاں تک اہلِ بابل کا تعلق ہے، یہ لوگ مذہبی اور سیاسی طور پر مصریوں کے ماتحت تھے اور بابل کی حکومت ایک طرح سے مصری حکومت کا صوبہ تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ دونوں خاندانوں کے قریبی تعلقات قائم تھے، کیوں کہ دسرتھ کی "لڑکی فرعونِ مصر آخنیطون سے بیاہی گئی تھی" [16] یہ وہی دسرتھ ہے جس کو ہندوستان میں رام کا بیٹا کہا جاتا ہے، اور آخنیطون کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "اس نے بت پرستی اور بت تراشی قطعاً ممنوع قرار دے دی تھی" [17] لہٰذا ممکن ہے لات بھی اسی دوران مصر و بابل سے دور مقام پر لے جایا گیا ہو اور یہ مقام حجاز ہو، لیکن تاریخی شہادتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے

---

۱۳ سید عبدالدائم الجلالی، لغات القرآن جلد ۵، ص ۱۹۹

۱۴ ایضاً، ص ۱۹۹

۱۵ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، ص ۲۷

۱۶ ہفت روزہ عوام نئی دہلی ۳ دسمبر ۱۹۷۲ء

۱۷ ایضاً

تک نہ تو کعبہ تعمیر ہوا تھا اور نہ اس مقام پر آبادی تھی، لہٰذا یہی رائے دی جا سکتی ہے کہ اس کی عبادت چوری چھپے اہلِ بابل کرتے رہے اور حضرت ابراہیم کے نقلِ وطن کے کچھ عرصے بعد اس کو بھی حجاز میں لے جایا گیا جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم (اس کو) پوجتی تھی اور زمانۂ جاہلیت تک اس کی پرستش برابر جاری رہی۔[۸]

یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ لات کی شکل و صورت کیا تھی کیوں کہ نہ تو یہ انسانی شکل کے مشابہ تھا اور نہ کسی جانور کی شکل کے، بلکہ صرف چوکور پتھر تھا۔ ابنِ کثیر لکھتے ہیں "لات ایک سفید منقش پتھر تھا۔"[۹] گویا پتھر کی سفیدی کو سورج کی روشنی پر محمول کر کے ایک امتیازی درجہ دیتے ہوئے لات کی عبادت اسی طرح شروع کر دی جس طرح سورج کی کرتے تھے۔

پتھر کی سفیدی یا روشنی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تسلیم کیا اور کعبے کی دیواروں میں حجرِ اسود کو نصب کیا تاکہ طواف کی ابتدا کے لیے مقام متعین کیا جا سکے۔ اس کے بارے میں تاریخ مکہ میں تحریر ہے "اس پتھر کا نور اس وقت اس درجہ روشن تھا کہ اس سے خانہ کعبہ کے ہر طرف کے مذابح چمکتے تھے لیکن کفر کی نجاستوں اور بنی آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا۔"[۱۰]

غرض لات کو عرب قبائل میں سے قبیلہ ثقیف[۱۱] کی حمایت حاصل تھی جس طرح منات کو اوس و خزرج[۱۲] کی اور عزیٰ کو بنی ہاشم و بنی اسد کی[۱۳]۔ لیکن لات کو "ان لوگوں نے لفظِ اللہ سے لفظِ لات بنایا تھا گویا اس کی مونث قرار دیا تھا۔"[۱۴] یوں تو تینوں ہی مونث تھے لیکن اللہ کی مونث صرف لات تھا۔ سورۂ نجم کی ۱۹ تا ۲۶ آٹھ آیتیں اسی بارے میں ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟ اور منوٰۃ تیسرے پچھلے کو، کیا تمھارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔ دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے ان کے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اُتاری

---

۸ فرہنگ آصفیہ، جلد ۴، ص ۱۵۵

۹ ابنِ کثیر، جلد ۵، ص ۲۷

۱۰ حاجی محمد فخر الدین حسن خان: خلاصۃ تواریخ مکہ معظمہ، ص ۱۹

۱۱ ابنِ کثیر، ص ۲۶

۱۲ ایضاً، ص ۴۰۴

۱۳ طبری، جلد اول، ص ۴۰۵

۱۴ ابنِ کثیر، ص ۲۷

یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔ کیا ہر شخص جو آرزو کرے اُسے میسر ہے؟ اللہ ہی کے قبضے میں ہے یہ جہان اور وہ جہان۔ بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے۔"

گویا اس آیت میں بت پرستوں کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ خدا کے ہاں یہ بت سفارش کا ذریعہ نہیں بن سکتے جب کہ فرشتے بھی سفارش نہیں کر سکتے، بلکہ صرف خدائے واحد کی عبادت باعثِ نجات ہو سکتی ہے مسلمان چوں کہ ان بتوں کو لائقِ عبادت یا ذریعۂ نجات نہیں مانتے تھے لہذا پہلا کام فتح مکہ کے بعد یہ ہوا کہ ان بتوں کو مسمار کر دیا گیا۔ خود حضور اکرم نے "کعبے کے اندر باہر اور ہر طرف جس قدر اصنام تھے ان کو توڑ کر گرا دینے کا حکم دیا"[۱۵] اور اس حکم پر فوری طور پر عمل کیا گیا۔ ابن ہشام نے فتح مکہ اور بتوں کو توڑنے کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے اور ان کا یہ بیان عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ " فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل شہر ہوئے تو آپ اونٹنی پر سوار تھے، اس پر بیٹھے بیٹھے طواف کیا۔ بیت اللہ کے چاروں طرف سیسے سے جمے ہوئے بت نصب تھے۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی، اس سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ (حق آگیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل جانے اور زائل ہونے والا ہی تھا)۔ چنانچہ ہر بت، جس کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے، وہ گدی کے بل اور جس کی گدی کی طرف اشارہ کرتے وہ چہرے کے بل خود بہ خود گرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی بت باقی نہ رہا، سب گر گئے[۱۶]

یہ ٹھیک ہے کہ ان بت پرستوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے مقابلے میں زیادہ جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، لیکن یہ لوگ زیادہ عرصہ متحد نہ رہ سکے، کیوں کہ ان کے ہاں سیکڑوں قبیلے اپنے اپنے بتوں کے گرد جمع تھے، لہذا اس کا بڑا فائدہ مسلمانوں کو ہوا حالاں کہ ابرہہ کے حملے کے دوران بھی ان بت پرستوں نے خانہ کعبہ کو تو چھوڑ دیا تھا لیکن اپنے اپنے معبدوں میں مقابلے کے لیے تیار تھے۔ یہی بڑی

---

[۱۵] ابن خلدون : تاریخ ابن خلدون حصہ سوم، ص ۱۸۸۔ ۱۹۱۱ء

[۱۶] ابن ہشام : سیرت النبی کامل، ص ۴۹۳

کمزوری تھی جس کی بنا مسلمانوں کی تبلیغ کو یہ لوگ نہ روک سکے اور اسلام پھلتا پھولتا رہا۔ پھر یہ کہ عیسائی اور یہودی ان بت پرستوں کی پوری طرح مدد نہ کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کو بھی بت پرستی کی یہ شکل پسند نہ تھی جو عربوں نے اختیار کرلی تھی اور ایک در کی جگہ سیکڑوں بت بنا لیے تھے۔

جب اہلِ طائف کو خانہ کعبہ کے بتوں کی پامالی کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے فوراً رسول اکرمؐ سے عرض کیا "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در طاغیہ" یعنی لات کو ان کے لیے چھوڑ دیں اور اسے تین سال تک منہدم نہ کریں [۱۷] لیکن رسولِ اکرمؐ نے کسی بھی ایسے مطالبے کو ماننے سے انکار کردیا اور "ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو طاغیہ (لات کے بت کدے) کے انہدام کے لیے بھیجا [۱۸]"

بہرحال اہلِ طائف کے قبیلہ ثقیف کا بت لات بھی توڑ دیا گیا جس طرح دیگر بتوں یا قبوں کو ڈھا دیا گیا تھا۔

عزیٰ

عزیٰ لفظِ عزیز سے لیا گیا ہے [۱۹] گویا جس طرح عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا گیا اسی طرح عزیٰ کو بیٹی بنا دیا گیا۔ لیکن اس بیٹی کی شکل بھی انسانی نہ تھی۔ علامہ ابن جریر الطبری نے اس کی شکل وصورت کے بارے میں مختلف اقوال تحریر کیے ہیں، شلاً "مجاہد کے مطابق یہ کچھ درخت تھے۔ سعید بن جبیر کے مطابق یہ ایک سفید پتھر تھا۔ ابن زید کے مطابق یہ طائف کا ایک مٹھ تھا [۲۰] سعید بن جبیر اور ابن زید نے لات کا تطابق عزیٰ پر کیا ہے، حالاں کہ عزیٰ طائف میں نہیں تھا بلکہ وہاں لات تھا، پھر یہ کہ عزیٰ پتھر ہی نہیں تھا۔ بلکہ صحیح روایت مجاہد ہی کی ہے، کیوں کہ تاریخی واقعات اور دیگر مصنفین کی رائے یہی ہے کہ "عزیٰ ایک کیکر (یا ببول) کا درخت تھا جس کی قبیلہ غطفان پوجا کیا کرتا تھا [۲۱]"۔ ابن کثیر بھی یہی لکھتے ہیں کہ "مکے اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا [۲۲]"

اس درخت کو پوجنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت عزیر علیہ السلام بخت نصر کی قید سے رہائی کے بعد جس

---

۱۷ ابن ہشام، ص ۶۵۰
۱۸ ایضاً، ص ۶۵۲
۱۹ ابن کثیر، جلد پنجم، ص ۲۷
۲۰ لغات القرآن، جلد ۴، ص ۲۹۴
۲۱ لغات القرآن، جلد ۴، ص ۲۹۴
۲۲ ابن کثیر، جلد ۵، ص ۲۷

درخت کے نیچے سوئے تھے۔" اللہ تعالیٰ نے اسے ایک سو سال تک سویا ہی رکھا۔[۲۳] لہٰذا بخت نصر کی قید سے دیگر لوگ جو رہا ہوئے تھے وہ بھی بابل ہی میں قید تھے اور یہ علاقہ بت پرستی میں اپنی مثال آپ تھا، یہی وجہ تھی کہ اس درخت کو بھی مقدس خیال کیا جانے لگا اور باقاعدہ قبہ بنا لیا اور چادریں چڑھائی جانے لگیں۔

یہی وہ عزیٰ تھی جس کی دہائی ابو سفیان نے جنگِ احد میں دی تھی۔ "لنا العزّٰی ولا عزّٰی لکم" (ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا نہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا " جواب دو اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم " - " اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا والی کوئی نہیں"[۲۴]

فتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو عزیٰ کے ڈھانے کے لیے بھیجا۔ عزیٰ نیمن ببول (یا کیکر) کے درختوں پر مشتمل ایک مٹھ یا قبہ کی شکل کا تھا، خالد بن ولید نے اسے ڈھا دیا اور واپس آکر حضور اکرم کو اس کی اطلاع دی جس پر آپ نے فرمایا " تم نے کچھ نہیں لیا، لوٹ کر پھر دوبارہ جاؤ۔"[۲۵] گویا ابن کثیر کے مطابق حضرت خالد بن ولید دو دفعہ اس کو ڈھانے گئے یا عزیٰ کو قتل کرنے گئے۔ کیونکہ دوسری دفعہ جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا " ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے "، آپ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور واپس آکر حضور کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا عزیٰ یہی تھی۔[۲۶] ابن کثیر نے واقعات کو غلط ملط کر دیا ہے کیونکہ دیگر تاریخوں سے ان کے بیان کی تائید نہیں ہوتی، پھر یہ کہ ایک عورت اتنے طویل عرصے تک یعنی حضرت عزیر کے بعد سے حضور اکرم کے عہد تک کس طرح زندہ رہ سکتی ہے۔ لہٰذا صحیح بیان ابن اثیر کا ہے جو اس طرح ہے کہ " جب خالد اس (عزیٰ) کے قریب پہنچے تو پجاری نے کہا اے عزیٰ! اپنے غصے اور غضب کو ظاہر کر۔ بس ایک سیاہ فام برہنہ عورت اس کے اندر سے چیختی چلاتی اور روتی ہوئی نکلی، خالد نے اس عورت کو قتل کر دیا اور بت توڑ ڈالا اور عمارت کو ڈھا دیا۔ واپس آکر جب انھوں نے آنحضرت کو اس واقعے کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ اب

---

[۲۳] منہاج سراج عثمانی : طبقاتِ ناصری، جلد اوّل، ص ۹۱

[۲۴] ابن کثیر، ص ۲۷ نیز لغات القرآن، جلد ۴، ص ۲۹۴، ۲۹۵

[۲۵] ابن کثیر، جلد ۵، ص ۲۷ [۲۶] ایضاً

اس عزیٰ کی پوجا کبھی نہیں ہوگی"[27] چنانچہ آپ کی یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

مناۃ

یہ بت بھی اپنی قدامت میں کسی اور سے کم نہ تھا۔ پھر یہ کہ اس کے بارے میں عبرانی، عربی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں ذکر موجود ہے، لیکن ہر جگہ معمولی سا تحریری اور مخرج کا فرق ہے۔ اس فرق کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک بت مختلف جگہوں پر مختلف اوقات میں منتقل ہوتا رہا۔ لہٰذا ہر علاقے کی جداگانہ زبان اور خاص کر طویل مدت نے اپنا اثر دکھایا۔ اہلِ بابل نے اس کو عبرانی زبان میں "بنات"[28] کہا۔ سنسکرت میں نات یا ناتھ[29]" اور عربی میں "مناۃ"[30] لکھا گیا اور عرف عام میں بھی اسی طرح مشہور ہوا۔

شیخ فریدالدین عطار ہندوستان کے سومنات کے بارے میں کہتے ہیں "سومنات مرکب ہے سوم اور نات سے، اور نات اس بت کا نام ہے جو بت خانے میں رکھا ہوا تھا"[31] فرشتہ کی رائے میں "سوم اس بادشاہ کا نام ہے جس نے اس بت کو بنایا تھا اور نات خود اس بت کا علم ہے"[32]

فرشتہ کی رائے دراصل اسرائیلیات پر مبنی ہے اور درست بھی ہے، کیوں کہ حضرت موسیٰ کے ماننے والے یعنی بنی اسرائیل ہر پیغمبر کی تردید کرکے اپنے بتوں کو مانتے تھے۔ تمام بڑے بڑے علاقوں مثلاً مصر، شام، بابل اور اسور وغیرہ میں بت پرستی عام تھی اور اسی زمانے میں "شاہ اسور سلمنسر نے سامریہ پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا"[33] بالآخر فتح شاہ اسور کو ہوئی۔ حملے کی وجہ یہ تھی کہ مفتوح ہوسیع اسرائیل جو سامریہ میں سلطنت کرتا تھا پہلے سے شاہ اسور سلمنسر کا باج گزار تھا۔ لیکن ان دنوں جب کہ اس پر حملہ ہوا "اس نے شاہِ مصر "سو" کے پاس ایلچی بھیجے تھے اور شاہ اسور کو ہدیہ نہ دیا جیسا وہ سال بہ سال دیتا تھا"[34] گویا سامریوں کے مصریوں سے اچھے تعلقات تھے خواہ یہ تعلقات سیاسی ہوں یا مذہبی۔ لیکن جب سامریوں کو شاہ اسور نے قید کیا تو ان کی جگہ "شاہ اسور نے بابل اور کوتہ اور عوّا اور حمات اور سفروائم کے لوگوں کو لاکر

---

[27] ابن اثیر، ص ۴۳۰
[28] عہدنامہ عتیق، ص ۳۸۲
[29] فرشتہ، ص ۱۰۶
[30] سورہ نجم: ۱۹
[31] تاریخ فرشتہ، ص ۱۰۶
[32] ایضاً
[33] عہدنامہ عتیق باب ۱۸، سلاطین ۲، آیت ۹، ص ۳۸۲
[34] ایضاً، باب ۱۷، آیت ۴

بنی اسرائیل کی جگہ سامریہ کے شہروں میں بسایا[۳۵] ان مختلف علاقوں کے لوگوں نے سامریہ کے طرز پر عبادت کی جیسا کہ عہد نامہ عتیق میں لکھا ہے ۔ لہذا " ہر قوم نے اپنے دیوتا بنائے اور ان کو سامریوں کے بنائے ہوئے اونچے مقاموں کے مندروں (پر) رکھا ۔ ہر قوم نے اپنے شہر میں جہاں اس کی سکونت تھی ایسا ہی سو بابلیوں نے سکات بنات کو اور کوبتوں نے سیر گل کو اور حماتیوں نے اسیما کو بنایا[۳۶] گویا اہلِ بابل معبود سکات بنات تھے ۔ یہی بنات جب سامریہ میں لایا گیا تو اسے منات کے نام سے پکارا گیا ۔ یا نے اپنی تصنیف معجم البلدان میں سامریہ کی جگہ لفظ سامرہ استعمال کیا ہے ۔ ان کے مطابق " سامرہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی " تھی[۳۷] جب کہ مشلل اور قدید کو بھی مکہ اور مدینہ کے درمیان بتایا جاتا ہے ، جہاں منات کا بت نصب تھا ۔

بہر حال جہاں تک بنات یا منات کا تعلق ہے ، اس بارے میں یہی رائے دی جا سکتی ہے کہ اس کو محفوظ کرنے میں اگر ایک طرف عبرانی زبان کا ہاتھ ہے تو دوسری طرف سنسکرت ادب کا بھی بڑا دخل جس نے لفظ نات (ناتھ) کو محفوظ کیا اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس زبان کے لوگوں نے اپنی زبان کو اور اپنے ادب کو دیگر زبانوں کی طرح خلط ملط نہیں ہونے دیا ۔ ورنہ آج لوگ منات کی حقیقت سے آشنا نہ ہوتے ۔

منات حجاز میں

اہلِ بابل کا بنات جب مکہ اور مدینہ کے درمیان جب سامرہ اور مشلل میں منتقل ہوا تو اُسے منات کے نام سے پکارا گیا ، اور فتح مکہ تک قبیلہ خزاعہ ، اوس اور خزرج کی عظمت کا نشان بنا رہا ۔ لات و عزیٰ کی طرح یہ بت انسانی شکل پر تراشا گیا تھا لیکن " عورت کی شکل میں تھا"[۳۸] یاقوت اپنی تصنیف میں اس بت کی تنصیب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ " یہ مکے اور مدینے کے درمیان قُدید کے ساحلِ بحر پر نصب تھا"[۳۹] طبری اور ابنِ کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ قدید کے پاس مشلل (یا مشلشل) میں واقع تھا[۴۰] ابنِ کثیر اور طبری

۳۵؎ عہد نامہ عتیق باب ۱۷، آیت ۲۴ ، ص ۳۸۱

۳۶؎ ایضاً ، ایت ۳۰-۲۹ ، ص ۳۸۲

۳۷؎ معجم البلدان ، ص ۱۸۲

۳۸؎ لغات القرآن ، جلد ۵ ، ص ۴۵۳

۳۹؎ معجم البلدان ، ص ۳۲۹

۴۰؎ طبری ، ص ۴۰۵ - ابن کثیر ، جلد ۵ ، ص ۲۷

ذرا سی غلطی کی ہے - ان کے نزدیک قدید ایک ضلع تھا جس میں یہ مشلّل بھی شامل تھا، حالاں کہ مشلّل کوئی ضلع نہیں بلکہ ایک پہاڑ تھا جو سمندر کے ساتھ ساتھ تھا اور اسی پہاڑ پر منات کا مندر تھا۔

منات مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا لہٰذا لوگوں نے حدودِ حرم میں داخل ہونے کے لیے مشلّل کو بھی حدودِ حرم بنالیا تھا، یہی وجہ ہے کہ حج کو روانہ ہونے سے پہلے احرام یہیں سے باندھ کر روانہ ہوتے تھے اسی لیے حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ فرمایا (اسلام سے پہلے) انصار منات کے لیے احرام باندھتے تھے[۴۱] گویا انصار مدینہ منورہ سے بغیر احرام باندھے نکلتے تھے اور ارادۂ حج منات کے سامنے یا مندر میں کرتے اور یہیں سے احرام باندھتے اس لیے کہ یہ مقام حرم کی حدود متعین کرتا تھا۔

اسی طرح عزیٰ اور لات کے مقامات سے بھی احرام باندھ کر لوگ نکلتے اور خانہ کعبہ کی عزت و تعظیم بھی کرتے بلکہ مقامِ عبادت کعبۃ اللہ کو سمجھتے تھے۔

ان تینوں بتوں کے ماننے والے اور کعبے کے متولی دیگر علاقوں کے لوگوں اور دیگر ممالک کے باشندوں کو حج کا موقع فراہم کرنے کے لیے ایامِ حج میں لڑائی جھگڑوں سے باز آجاتے تھے اور انھوں نے کعبۃ اللہ سے لات، منات اور عزیٰ کے علاقے کو تین طرف سے حدودِ حرم قرار دے دیا تھا تاکہ لوگ بے خوف و خطر حج کرسکیں۔ یوں تو کعبے میں ایک بڑا بت ہبل تھا اور تین سو ساٹھ چھوٹے چھوٹے اور بت بھی موجود تھے، لیکن اس کے باوجود ان تین بتوں کی یہ اہمیت تھی کہ جب لوگ طواف کرتے تو یہ پڑھتے تھے "لات، عزیٰ اور تیسرا منات یہ بڑے برگزیدہ ہیں اور ان کی سفارش کی خدا کے ہاں امید ہے"[۴۲]

بہرحال جس طرح فتح مکہ کے بعد لات اور عزیٰ کو توڑا گیا اسی طرح منات کو توڑنے کا حکم بھی دیا گیا، لیکن منات کے توڑنے کی بابت مورخین اور مفسرین کی رائے میں اختلاف ہے۔ طبری اور ابن اثیر کے مطابق منات کو سعد بن زید الاشہلی نے توڑا[۴۳] ابنِ کثیر کی رائے میں اسے توڑنے کے لیے آنحضرتؐ نے ابوسفیان کو بھیجا اور وہ اس کو ریزا ریزا کر آئے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے یہ کفرستان فنا ہوا، اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو توڑ دیا تھا[۴۴]

۴۱۔ لغات القرآن، جلد ۵، ص ۳۵۳ ۔ ۴۲۔ ایضاً، جلد ۴، ص ۲۹۳

۴۳۔ طبری جلد اوّل، ص ۳۰۵ — ابن اثیر، ص ۳۰۴ ۔ ۴۴۔ ابن کثیر، جلد ۵، ص ۲۸ — معجم البلدان، ص ۳۲۹

مناۃ کو توڑنے کے بارے میں زیادہ مواد نہیں ملتا، طبری نے صرف دو سطریں لکھی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد بن زید الاشہلی نے مناۃ کو توڑا تھا۔

اہلِ ہند اور مناۃ

اگر یہ مان لیا جائے کہ عربوں کا مناۃ سعد بن الاشہلی نے توڑا تھا تو چار سو سال بعد جس مناۃ کے توڑنے کا انکشاف محمود غزنوی پر کیا گیا وہ کون سا تھا اور کس طرح پٹن یعنی سومنات میں لایا گیا۔

جہاں تک ہندی تاریخ کا تعلق ہے، اس کے مطابق یہ مندر نہایت قدیم ہے اور "یہ بت ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق سری کرشن کے زمانے سے اسی جگہ تھا جس کو چار ہزار برس سے کچھ زیادہ ہوئے"[۲۵]۔ دوسری شہادتیں اس بارے میں جونا گڑھ کی غیر مطبوع تاریخی دستاویزات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ عربوں کے علاقے سے مناۃ کو چند عرب اٹھا کر لائے تھے۔

سب سے پہلے سری کرشن کے بارے میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ وہی کرشن ہیں جن کے اپدیش بھگوت گیتا کی شکل میں آج بھی موجود ہیں، لیکن مورخین کو دو باتوں پر اعتراض ہے۔ اول یہ کہ سری کرشن کا زمانہ چار ہزار برس پرانا ہرگز نہیں بلکہ ۱۵۰۰ قبل مسیح سے ۱۰۰۰ قبل مسیح تک کے درمیان کا ہے۔ دوسری بات یہ کہ کرشن اس مقام پر کبھی نہیں آئے اور نہ مہابھارت کی جنگ ہندوستان میں لڑی گئی۔ یہ بات صرف انکشاف پر مبنی نہیں بلکہ عراق اور ہندوستان کے ٹھوس تاریخی اور تحقیقی مواد پر مشتمل ہے جو لیفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب نے اپنی تصنیف "معارف الآثار" میں جمع کیے ہیں۔ ان کے مطابق "مہابھارت کی جنگ ہندوستان میں نہیں بلکہ شمال مغربی عراق میں اربیلا کے میدان میں ہوئی۔ یہ میدان کردستان کی سرحد پر واقع ہے اور درحقیقت یہی میدان کوروکشیترا ہے"[۲۶]۔ ان دلائل کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ موجودہ کرد قوم ہی کورو ہیں، گویا سری کرشن درحقیقت عراق سے متعلق ہیں اور یہیں سے یہ آریائی ہندوستان پہنچے جہاں انھوں نے اپنی رزمیہ داستانوں کو قلم بند کیا۔ بالفاظِ دیگر مذہبی و تاریخی واقعات عراقی تھے تو زبان ہندوستانی تھی اور اسی زبان کی بدولت عراقی دیوتا بھی ہندوستان کے دیوتا بن گئے۔

---

۲۵ بدایونی، ص ۷		۲۶ ہفت روزہ عوام ۴ نومبر ۱۹۷۷، ص ۲

سومنات کی تعظیم

ہندو اس مندر کی تعظیم اس لیے بھی کرتے تھے کہ ان کے نزدیک کرشن نے یہیں روپوشی اختیار کی تھی۔ پھر یہ کہ "ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کہ روحیں بدن سے جدا ہونے کے بعد سومنات ہی میں آکر جمع ہو جاتی ہیں، سومنات انھیں جس جس بدن میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے"[۴۷] دوسری عقیدت ان کی سمندر کے اس پانی کے بارے میں تھی جو سومنات کے مندر سے ٹکراتا تھا جس کے متعلق ان کی رائے یہ تھی کہ "سمندر اس بت کے قدم چومنے کے لیے آتا ہے"[۴۸] کیوں کہ یہی مہادیو کی تسلیم کی گئی تھی۔

اسی عقیدت مندی کی بنا پر راجے اور امرا "اپنی بیٹیوں کو سومنات کی خدمت کے لیے نذر بت خانہ کر دیتے تھے اور یہ لڑکیاں تمام عمر نا کتخدا رہ کر بت خانے کی خدمت انجام دیتی تھیں"[۴۹] اس لیے کہ اس بت خانے میں بے شمار لوگ نہ صرف زیارت کے لیے آتے تھے بلکہ اس بت خانے کے خادمین میں سیکڑوں ایسے افراد شامل تھے، جن کے اخراجات کا دار و مدار دیہات سے وصول شدہ رقوم پر تھا۔ فرشتہ کے مطابق "بت خانے کی تباہی کے وقت تقریباً دو ہزار قصبوں کی آمدنی اس کے اخراجات کے لیے وقف تھی"[۵۰] یہ دیہات لوگوں نے منات کے مندر کے لیے وقف کیے تھے۔ اسی لیے "پانچ سو گانے بجانے والیاں اور تین سو مرد سازندے بت خانے کے ملازم تھے"[۵۱] اور تین سو حجام جاتریوں کے سر اور داڑھی مونڈھنے کے لیے ہر وقت موجود رہتے تھے"[۵۲]

جب اس بت سے راجاؤں کی عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا تو عوام الناس کے جذبہ عقیدت کا اندازہ بہ خوبی کیا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی بڑی تعداد میں زیارت کی غرض سے آتے تھے۔ اس کے لیے صرف یہ بتا دینا کافی ہوگا کہ "دو ہزار برہمن ہر وقت بت خانے کی پرستش کے لیے موجود رہتے تھے"[۵۳] ان اعداد و شمار کی روشنی میں عوام کی کثرت کا اندازہ بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے۔ فرشتہ لکھتا ہے "جب کبھی چاند یا سورج گرہن ہوتا تو تقریباً دو لاکھ تیس ہزار آدمی سومنات کے بت خانے میں جمع ہو جاتے تھے"[۵۴] اگرچہ بہ ظاہر یہ بات

---

۴۷ بدایونی، ص ۷ — ابن خلدون، ص ۲۰۳ ۴۸ ابن خلدون، ص ۲۰۳

۴۹ فرشتہ، ص ۱۰۷ ۵۰ ایضاً، ص ۱۰۶ ۵۱ ایضاً، ص ۱۰۷

۵۲ ایضاً، ص ۱۰۷ ۵۳ ایضاً ۵۴ ایضاً

قابل یقین معلوم نہیں ہوتی لیکن ابن خلدون کا وہ بیان جو اس نے اس بت خانے کی وسعت کے بارے میں دیا ہے اس کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لکھتے ہیں: "بت خانے کی عمارت نہایت عظیم الشان اور وسیع تھی، چھپن مرصع ستونوں پر وہ عمارت قائم تھی۔"[۵۵] لہٰذا ایسی وسیع و عریض عمارت میں دو لاکھ آدمیوں کا سما جانا مشکل نہیں ہوگا۔

بت خانے کے جواہرات اور سونا

عبادت گزار لوگوں کو بلانے کے لیے اس مندر میں بت کے قریب طلائی زنجیر میں ایک سو من وزن کا گھنٹہ لٹکا ہوا تھا۔ سونے کی یہ دو سو من کی زنجیر بت خانے کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک باندھ رکھی تھی۔[۵۶] لہٰذا اس عظیم الشان ہال کی لمبائی یا چوڑائی سے زنجیر کی لمبائی کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ زین المآثر میں لکھا ہے کہ بت خانے کی وہ خاص جگہ جہاں سومنات رکھا ہوا تھا، بالکل تاریک تھی اور جو روشنی وہاں پھیلی ہوئی تھی وہ ان گراں بہا جواہرات کی شعاعیں تھیں جو بت خانے کی قندیلوں میں جڑے ہوئے تھے۔ اسی تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ سومنات کے خزانے سے اس قدر چھوٹے چھوٹے بت سونے اور چاندی کے برآمد ہوئے کہ ان کی قیمت کا اندازہ لگانا تقریباً محال ہے، چنانچہ حکیم سنائی فرماتے ہیں:

کعبہ و سومنات چوں افلاک　　　شد ز محمود و از محمد پاک
ایں ز کعبہ بتاں بروں انداختہ　　　آں ز کیں سومنات را پرداختہ[۵۷]

ابن خلدون اس بت خانے کے دھن و دولت کی بابت لکھتا ہے، "بت کدہ کے دروازے پر زربفت کے پردے پڑے تھے، جن کی جھالروں میں موتی اور جواہر لٹکے ہوئے تھے، ان میں سے ہر ایک کی قیمت بیس بیس ہزار دینار تھی۔"[۵۸]

لیکن مندر میں آنے والے عقیدت مند سونے، چاندی اور جواہرات سے بے نیاز ہو کر ایک پتھر کے تراشے ہوئے بت کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ اس بت کے بارے میں "تاریخ خیرات" اور تاریخ ابن خلدون میں یہ تحریر ہے کہ "سومنات کا بت پتھر تراش کر بنایا گیا جو پانچ گز لمبا اور تین گز چوڑا تھا،

---

۵۵ ابن خلدون، جلد ۶، ص ۲۰۳
۵۶ ابن خلدون، ص ۲۰۳ — تاریخ فرشتہ، ص ۱۰۷
۵۷ تاریخ فرشتہ، ص ۱۰۷، ۱۰۸
۵۸ ابن خلدون، ص ۲۰۳

جب کہ فرشتہ لکھتا ہے کہ یہ بت دو گز زمین میں گڑا ہوا تھا اور تین گز باہر تھا[558]

تاریخ کی مذکورہ بالا کتابیں فتح سومنات کے بہت بعد لکھی گئیں، لہٰذا اصل واقعات سامنے لانے بجائے افسانہ نگاری کر کے ہندی فنِ تعمیر کو بدنام کیا گیا اور فتح سومنات کی اصل وجہ کو پس منظر میں لے گ عربوں کے منات کی اصل حقیقت سے لوگ روشناس نہ ہوں، اسی طرح ہندی مورخین نے بھی محمود غزنوی پر ا لگانے کی خاطر سومنات کی دولت کو حملے کی وجہ بتایا ہے، حالاں کہ اس سومنات سے زیادہ مال و دولت متھرا کے بت خانے سے ملا تھا۔ یہ بات محمود کے عہد کا مورخ یمینی لکھتا ہے کہ "ان بت خانوں میں سونے کے بت تھے جو پانچ گز کے تھے اور ہوا میں معلق تھے، ان کی آنکھ میں یاقوت جڑے ہوئے انھوں نے (ہندوؤں نے) یہ ترکیب کی تھی کہ اگر سلطان ان کو بازار میں بیچنا چاہے تو ان کی قیمت پ ہزار دینار سے زیادہ ملے اور اسے کوئی بھی بہ رضا و رغبت خرید لے۔ دوسرے بت میں ایک ٹکڑا یا کا جڑا ہوا تھا جو چمک دار اور بیش بہا قیمت کا یاقوت تھا، جس کا وزن چار سو پچاس مثقال تھا اور چاندی کے بت اس کے علاوہ تھے، جن کا موازنہ پرانے وزن سے کیا جا سکتا تھا۔"[559]

سب سے زیادہ مال و دولت اسی حملے سے سلطان کے ہاتھ آیا تھا۔ یمینی نے اپنی تصنیف میں صرف کے وزن بیان کیے ہیں جب کہ سجان رائے اپنی تصنیف میں لکھتا ہے "جب مالِ غنیمت سمیٹا گ میں سونے کا وہ بت بھی تھا جو وزن کرنے پر اٹھانوے ہزار تین سو مثقال پختہ (نو من چونیہ کا تھا۔ اس کے علاوہ پانچ لاکھ بیس ہزار درم، ترپن ہزار غلام اور تین سو پچاس ہاتھی بھی تھے۔[560]

سومنات میں کوئی بھی قابلِ ذکر سونے چاندی کا بت نہ تھا جس کا کہ وزن کیا جاتا بلکہ خود مند بھی مقناطیسی پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اسی لیے بعض لوگ اسے لوہے کا یا مقناطیس کا خیال کرتے کیوں کہ یہ ہوا میں معلق تھا، اور جب اس کے معلق ہونے کے بارے میں محمود غزنوی نے رائے لی ایک عقل مند شخص نے کہا "میرے خیال میں یہ بت خانہ مقناطیس کا بنا ہوا ہے اور بت لوہے کا

558۔ بیہقی، تاریخ بیہقی، ص ۲۰۶ — ابن خلدون، ص ۲۰۳ — فرشتہ، ۱۰۵

559۔ العتبی، ابو النصر محمد بن عبد الجبار، "تاریخ یمینی"، ص ۴۴۲

560۔ سجان رائے بٹالوی۔ "خلاصۃ التواریخ"، ص ۲۲۸

اس کے بنانے والے کی یہ کاری گری ہے کہ اس کو ہر طرف سے مقناطیس اپنی طرف کھینچے ہوئے ہے، جس کی وجہ سے ہر طرف سے یہ بت ایک طرف سے دوسری طرف اور اوپر سے نیچے نہیں ہو سکتا لہٰذا بیچ میں کھڑا ہوا ہے۔ ایک گروہ اس نظریے کی تائید میں تھا اور دوسرا مخالفت میں، ان میں سے ایک شخص نے سلطان سے کہا کہ آپ مجھے حکم دیں کہ دو پتھر بت کے سر پر سے ہٹا دوں تاکہ بھید آشکار ہو جائے۔ بادشاہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا، جب دو پتھر ہٹائے گئے تو بت ٹیڑھا ہو گیا اور ایک طرف جھک گیا۔ اس طرح پتھروں کو ہٹا ہٹا کر بت کو نیچے لے آئے یہاں تک کہ وہ زمین سے ٹک گیا۔[۵۱]

اگرچہ یہ حوالہ بیہقی کی تصنیف سے لیا گیا ہے لیکن اس بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ اصل تصنیف مٹ چکی ہے اور حوالوں کی مدد سے ایرانی حکومت نے اس کو شائع کرایا تھا۔ لیکن خاص بات جو اس حوالے میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بت ہوا میں معلق تھا اور سلطان خود حیران تھا، حالاں کہ سلطان کا حملہ سومنات تقریباً آخری حملہ تھا اور اس سے قبل اس کے کئی حملے ہندوستان پر ہو چکے تھے اور ان حملوں میں یہ ناممکن ہے کہ اس نے اس طرح کے بت جو ہوا میں معلق تھے نہ دیکھے ہوں، کیوں کہ جا بجا ایسے بت خانے بنے ہوئے تھے۔ محمود کے حملوں سے پچاس برس قبل مرتب کی جانے والی کتاب "الفہرست" میں محمد بن اسحاق ابن ندیم لکھتے ہیں "ایک بت خانہ ملتان میں ہے، کہتے ہیں، یہ سات بڑے بت خانوں میں سے ایک ہے، اس میں لوہے کا سات ہاتھ لمبا ایک بت ہے، جو گنبد کے وسط میں واقع ہے۔ اس بت کو تمام اطراف سے یکساں طور پر سنگِ مقناطیس نے گھیر اور روک رکھا ہے۔"[۵۲] لہٰذا ایسے مستند حوالے کے ہوتے ہوئے اور یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ محمود غزنوی نے ملتان پر کئی دفعہ فوج کشی کی تھی اور آخر میں سومنات میں داخل ہوا تھا تو ایسی صورت میں اس بات کا کوئی جواز نہیں رہتا کہ محمود سومنات کے مندر میں بت کو دیکھ کر حیران و پریشان ہوا ہو، اور نہ سومنات کی دولت اُسے وہاں لے کر گئی تھی، کیوں کہ نہانگر کا بت خانہ اس سے زیادہ مال و زر کا مالک تھا، جس میں بیس ہزار بدھ کے مجسمے تھے اور ابن ندیم کے زمانے میں بھی یہ بت خانہ قائم تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔ (بیس ہزار بدھ کے مجسمے) جو گوناگوں اور قیمتی جواہ

---

[۵۱] بیہقی، تاریخ بیہقی، ص ۶۹۔

[۵۲] "الفہرست" محمد بن اسحاق ابن ندیم۔ اردو ترجمہ محمد اسحاق بھٹی، ص ۹۹۔

مثلاً سونا، چاندی، لوہا، پیتل، ہاتھی دانت وغیرہ سے مرصع ہیں۔[۶۳] اسی طرح ایک اور بت خانہ جو مکران وقندھار کے قریب واقع تھا، اس بت کے بارے جو یہاں رکھا ہوا تھا، ابن ندیم لکھتے ہیں۔ "وہ سونے سے بنا ہوا ہے اس کا طول وعرض سات سات ہاتھ اور بلندی بارہ ہاتھ ہے، گوناگوں جواہر سے مرصع ہے۔ اس کے بُت یاقوتِ احمر اور موتیوں سے مرصع شاندار قیمتی پتھروں سے بنے ہوئے ہیں۔ اس کا ایک ایک موتی چڑیا کے انڈے کے برابر یا اس سے بھی بڑا ہے۔"[۶۴]

الفہرست کے مستند حوالوں کے پیشِ نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ محمود کے مرنے کے بعد سومنات کی فتح کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ یہ سب مسلمان حملہ آوروں کے قدم جمانے کے لیے بعد کے مسلمان سلاطین کے زمانے میں دانستہ طور پر کیا گیا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ لوگ مالِ غنیمت کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ فوج میں بھرتی ہوں۔

درحقیقت محمود غزنوی کے حملے کی غرض وغایت صرف یہ تھی کہ منات کے بت کو پامال کیا جائے، اسی لیے اس نے اس بت کو سومنات کے مندر میں نہیں توڑا اور نہ جلایا بلکہ اپنے ساتھ لے آیا۔ اس رائے کا اظہار منہاج سراج نے اپنی تصنیف طبقاتِ ناصری میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "سومنات سے منات کا بت (غزنی) لے آیا اور اس کے چار ٹکڑے کیے۔ ایک ٹکڑا غزنہ کی مسجدِ جامع میں رکھا، دوسرا سلطان کے محل میں، باقی دو ٹکڑے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھیج دیے گئے۔"[۶۵] یہ بات صرف منہاج سراج ہی نے نہیں لکھی بلکہ سومنات کے واقع کے اڑسٹھ سال بعد ۴۸۴ھ میں نظام الملک طوسی نے اپنی تصنیف "سیاست نامہ" میں بھی اس واقعے پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ محمود کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "وہ ہندوستان میں اتنی دور گیا کہ سومنات تک لے لیا اور منات اپنے ساتھ لے آیا۔"[۶۶]

ان مستند تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ محمود نے منات کو سومنات میں نہیں توڑا اور نہ اُسے اس مندر کی دولت کی ضرورت تھی۔ پھر یہ کہ اس سے زیادہ سونے چاندی سے بھرے ہوئے مندر دیگر علاقوں میں بھی تھے جو غزنی سے زیادہ قریب تھے، اس لیے اس مختصر مضمون میں عام مندروں کی دولت کا مکمل جائزہ لیا گیا ہے تاکہ قارئینِ کرام اس سلسلے میں خود کوئی فیصلہ کرسکیں۔

۶۳۔ "الفہرست" ترجمہ محمد اسحاق بھٹی، ص ۷۹۹

۶۴۔ ایضاً، ص ۸۰۱

۶۵۔ طبقاتِ ناصری، ص ۳۱۲

۶۶۔ سیاست نامہ، ص ۱۳۷

الفہرست

از محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق　　اردو ترجمہ : محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے - اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علم نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں - علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیوں کر عالمِ وجود میں آئے - پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے ان کی وضاحت کی گئی ہے - نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے - ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن منازل سے گزریں - ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں -

ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی بھی دیے گئے ہیں، جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے -

صفحات ۹۴۶ مع اشاریہ　　قیمت ۴۵ روپے

اسلام کا نظریۂ تاریخ

محمد مظہر الدین صدیقی

اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کے پیش کردہ اصولِ تاریخ صرف گزشتہ اقوام کے ہی نہیں بلکہ موجودہ قوموں کے لیے بھی بصیرت افروز ہیں -

صفحات ۲۱۶　　قیمت ۱۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور